غزوۂ احد میں مسلمانوں کی ہزیمت کے اسباب
قرآن، حدیث اور تاریخ کی روشنی میں

سید امین الحسن رضوی

احد کی جنگ، شوال ۳ ہجری میں واقع ہوئی، اس میں مسلمانوں کی تعداد سات سو اور کفار قریش کی تعداد تین ہزار تھی۔ تمام کتب تاریخ اس بات پر متفق ہیں کہ اس جنگ میں اول مرحلہ میں مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا اور قریشِ مکہ پسپا ہونے لگے لیکن بعد کو پانسہ پلٹ گیا اور بظاہر ہوتی ہوئی فتح، شکست نہ بھی سہی تو مسلمانوں کی یک گونہ ہزیمت میں تبدیل ہوگئی۔ اس صورت حال کے پیدا ہو جانے کے بارے میں بھی اجمالاً کتب تاریخ متفق ہیں کہ اس کا باعث دو باتیں ہوئیں۔ ایک تو مسلمانوں کا پسپا ہوتے ہوئے لشکرِ قریش کا تعاقب سے رک کر مالِ غنیمت کو جمع کرنے میں لگ جانا اور دوسرے مسلمان تیراندازوں کے اس دستہ کا، جسے آنحضور صلعم نے کوہ احد کی ایک گھاٹی پر متعین فرمایا تھا کہ اس طرف سے حملہ نہ ہونے دیں، درہ کو چھوڑ کر ہٹ جانا اور مال غنیمت جمع کرنے والوں میں شامل ہو جانا جس کے باعث خالد بن ولید کو (جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) اس بات کا موقع ملنا کہ وہ اس طرف سے آکر مسلمانوں پر پہلو سے حملہ آور

ہوں۔ میرا خیال ہے کہ مختلف پہلوؤں سے یہ تاریخی واقعہ زیادہ گہرائی سے مطالعہ کا متقاضی ہے۔

غزوات نبوی کے بارے میں یہ بات مستحضر رہنی چاہیئے کہ ہر غزوہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے آیاتِ قرآنی کے ذریعہ جو اس غزوہ کے متصلاً بعد نازل ہوئیں، اس غزوہ پر مجملاً اور کبھی نسبتاً تفصیل سے تذکرہ فرمایا ہے جبکہ متعلقہ واقعات مع اپنی جزئیات کے متعدد لوگوں کے ذہن میں تازہ تھے اور صرف یہی نہیں بلکہ ان واقعات کے بہ کثرت چشم دید گواہ موجود تھے۔ اگر قرآن میں بیان کردہ ان واقعات اور اس کی جزئیات میں جو قرآن میں بیان ہوئیں کوئی ذرا سی بات بھی خلاف حقیقت ہوتی تو کفار و منافقین کی زبانیں اس کی تردید میں بے محابا حرکت میں آجاتیں اور خود مسلمانوں کے دل میں قدر تاً ان آیات کے وحی الہٰی ہونے کے بارے میں شبہ پیدا ہو جاتا۔ لیکن تاریخ شاہد ہے کہ ایسا نہیں ہوا اور آج چودہ سو سال گذرنے تک ان واقعات کے کاملاً صحیح ہونے کے بارے میں اسلام کے بدترین مخالف و معاند کو بھی شبہ کے اظہار کی جرأت نہیں ہوئی اور اس بنا پر یہ بات پورے اعتماد اور بلاخوف تردید بلکہ بطور چیلنج کہی جاسکتی ہے کہ اس طرح ان واقعات کا جس مستند ترین انداز کا ریکارڈ تاریخ میں محفوظ ہوگیا ہے اس کی ہمسری ممکن نہیں۔ لہٰذا جنگِ احد میں مسلمانوں کی ہزیمت کے اسباب کا جائزہ لیتے ہوئے بھی آیاتِ قرآنی سے استناد کیا جائے گا جس سے واقعات کی صحت پر کلام کرنے کا محل باقی نہیں رہے گا البتہ جو نتائج ہم اخذ کریں گے ان سے اختلاف کی گنجائش باقی رہے گی۔

جنگِ احد کے مختلف مرحلوں کو پہلے ذہن میں تازہ کرلیں۔ اس جنگ میں آنحضورؐ نے لشکرِ اسلام کو اس طرح کھڑا کیا تھا کہ اس کی پشت پر احد کی پہاڑی تھی اور دائیں و بائیں بھی اس کا پہاڑی سلسلہ چلا گیا جو داہنی سمت تو بالکل مستحکم تھا البتہ بائیں سمت میں ایک درّہ تھا جس میں سے آدمی گذر سکتے تھے۔ سامنے احد کا میدان تھا، اس

طرح لشکرِ اسلام پشت کی طرف سے اور دائیں پہلو سے کسی بھی حملہ سے بالکل مامون تھا صرف بائیں طرف کے درّہ سے اس پر حملہ کا امکان تھا اور اس کے دفاع کے لئے آنحضورؐ نے یہ اہتمام فرمایا کہ اس کے دہانے پر حضرت عبداللہ بن جبیر کی زیر کمان ۵۰ تیر اندازوں کا ایک دستہ متعین فرمادیا کہ اگر اس طرف سے دشمن حملہ کرنے کی کوشش کرے تو اس کو روکا جاسکے۔ اس موقعہ پر جو ہدایت آپ نے اس دستہ کو دی تھی وہ ان الفاظ میں تھی:

”اگر تم لوگ یہ دیکھو کہ احد کے چیل کوّے اور گدھ ہماری لاشوں کا گوشت نوچ کر کھا رہے ہیں تو بھی اس جگہ سے نہ ہٹنا۔“

جنگ کا آغاز حسب معمول کفار قریش کی طرف سے مبارزت طلبی سے ہوا۔ پہلے قریش کے نامور سردار طلحہ نے اپنے سے مقابلہ کے لئے مسلمانوں کو للکارا۔ سپہ سالار فوج آنحضرت صلعم کے ایماء پر حضرت علیؓ صفوں سے نکل کر اس سے نبرد آزما ہوئے اور اسے واصل جہنم کیا۔ اس کو دیکھ کر اس کا لڑکا بپھرتا ہوا میدان میں آیا اور مبارزت طلب ہوا۔ آنحضورؐ نے اس دفعہ اپنے محبوب چچا سید الشہداء حضرت حمزہ بن عبد المطلب کو مقابلہ کا اشارہ کیا جنھوں نے بہ آسانی اپنے مقابل کو ٹھکانے لگادیا۔ اس کے بعد جنگ مغلوبہ شروع ہوگئی اور کفار کی عددی برتری اور بہتر اسلحہ کے باوجود شروع ہی سے مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا اور رفتہ رفتہ قریش پسپا ہونے لگے۔ مسلمان ان کو دھکیلتے اور رگیدتے ہوئے آگے بڑھتے گئے حتیٰ کہ لشکر قریش اپنے خیموں (Camps) سے بھی پیچھے ہٹ گیا اور اس کی صفیں منتشر ہوگئیں۔ اس نوبت پر مسلمانوں نے تعاقب و قتال ترک کرکے لشکریوں کے خیمہ سے مالِ غنیمت جمع کرنا شروع کردیا۔ یہ صورت حال جب اس دستہ نے دیکھی جو درّہ پر متعین تھا تو یہ سمجھ کر کہ جنگ ختم ہوچکی ہے اور مسلمان فتح یاب ہوچکے ہیں، اس دستہ کے سپاہیوں نے اپنے سردار حضرت عبداللہ بن جبیر کے روکتے رہنے کے باوجود درّہ چھوڑ دیا اور میدان میں آکر دشمن کے خیموں سے

ہوں۔ میرا خیال ہے کہ مختلف پہلوؤں سے یہ تاریخی واقعہ زیادہ گہرائی سے مطالعہ کا متقاضی ہے۔

غزوات نبوی کے بارے میں یہ بات مستحضر رہنی چاہیئے کہ ہر غزوہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے آیاتِ قرآنی کے ذریعہ جو اس غزوہ کے متصلاً بعد نازل ہوئیں، اس غزوہ پر مجملاً اور کبھی نسبتاً تفصیل سے تذکرہ فرمایا ہے جبکہ متعلقہ واقعات معہ اپنی جزئیات کے متعدد لوگوں کے ذہن میں تازہ تھے اور صرف یہی نہیں بلکہ ان واقعات کے بہ کثرت چشم دید گواہ موجود تھے۔ اگر قرآن میں بیان کردہ ان واقعات اور اس کی جزئیات میں جو قرآن میں بیان ہوئیں کوئی ذرا سی بات بھی خلاف حقیقت ہوتی تو کفار و منافقین کی زبانیں اس کی تردید میں بے محابا حرکت میں آجاتیں اور خود مسلمانوں کے دل میں قدر تاً ان آیات کے وحی الٰہی ہونے کے بارے میں شبہ پیدا ہو جاتا۔ لیکن تاریخ شاہد ہے کہ ایسا نہیں ہوا اور آج چودہ سو سال گذر نے تک ان واقعات کے کاملاً صحیح ہونے کے بارے میں اسلام کے بدترین مخالف و معاند کو بھی شبہ کے اظہار کی جرأت نہیں ہوئی اور اسی بنا پر یہ بات پورے اعتماد اور بلا خوف تردید بلکہ بطور چیلنج کہی جا سکتی ہے کہ اس طرح ان واقعات کا جس مستند ترین انداز کا ریکارڈ تاریخ میں محفوظ ہو گیا ہے اس کی ہمسری ممکن نہیں۔ لہٰذا جنگِ احد میں مسلمانوں کی ہزیمت کے اسباب کا جائزہ لیتے ہوئے بھی آیاتِ قرآنی سے استناد کیا جائے گا جس سے واقعات کی صحت پر کلام کرنے کا محل باقی نہیں رہے گا البتہ جو نتائج ہم اخذ کریں گے ان سے اختلاف کی گنجائش باقی رہے گی۔

جنگِ احد کے مختلف مرحلوں کو پہلے ذہن میں تازہ کر لیں۔ اس جنگ میں آنحضورؐ نے لشکرِ اسلام کو اس طرح کھڑا کیا تھا کہ اس کی پشت پر احد کی پہاڑی تھی اور دائیں و بائیں بھی اس کا پہاڑی سلسلہ چلا گیا جو دائیں سمت تو بالکل مستحکم تھا البتہ بائیں سمت میں ایک درّہ تھا جس میں سے آدمی گذر سکتے تھے۔ سامنے احد کا میدان تھا، اس

طرح لشکرِ اسلام پشت کی طرف سے اور دائیں پہلو سے کسی بھی حملہ سے بالکل مامون تھا صرف بائیں طرف کے درّہ سے اس پر حملہ کا امکان تھا اور اس کے دفاع کے لئے آنحضورؐ نے یہ اہتمام فرمایا کہ اس کے دہانے پر حضرت عبداللہ بن جبیر کی زیر کمان ۵۰ تیر اندازوں کا ایک دستہ متعین فرما دیا کہ اگر اس طرف سے دشمن حملہ کرنے کی کوشش کرے تو اس کو روکا جا سکے۔ اس موقعہ پر جو ہدایات آپ نے اس دستہ کو دی تھی وہ ان الفاظ میں تھی۔ "اگر تم لوگ یہ دیکھو کہ احد کے چیل کوّے اور گدھ ہماری لاشوں کا گوشت نوچ کر کھا رہے ہیں تو بھی اس جگہ سے نہ ہٹنا۔"

جنگ کا آغاز حسب معمول کفار قریش کی طرف سے مبارزت طلبی سے ہوا۔ پہلے قریش کے نامور سردار طلحہ نے اپنے سے مقابلہ کے لئے مسلمانوں کو للکارا۔ سپہ سالار فوج آنحضور صلعم کے ایماء پر حضرت علیؓ صفوں سے نکل کر اس سے نبرد آزما ہوئے اور اسے واصل جہنم کیا۔ اس کو دیکھ کر اس کا لڑکا بپھرتا ہوا میدان میں آیا اور مبارزت طلب ہوا۔ آنحضورؐ نے اس دفعہ اپنے محبوب چچا سید الشہداء حضرت حمزہ بن عبد المطلب کو مقابلہ کا اشارہ کیا جنھوں نے بہ آسانی اپنے مقابل کو ٹھکانے لگا دیا۔ اس کے بعد جنگ مغلوبہ شروع ہوگئی اور کفار کی عددی برتری اور بہتر اسلحہ کے باوجود شروع ہی سے مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا اور رفتہ رفتہ قریش پسپا ہونے لگے۔ مسلمان ان کو دھکیلتے اور رگیدتے ہوئے آگے بڑھتے گئے حتیٰ کہ لشکر قریش اپنے خیموں (Camps) سے بھی پیچھے ہٹ گیا اور اس کی صفیں منتشر ہوگئیں۔ اس نوبت پر مسلمانوں نے تعاقب وقتال ترک کرکے لشکریوں کے خیمہ سے مالِ غنیمت جمع کرنا شروع کر دیا۔ یہ صورت حال جب اس دستہ نے دیکھی جو درّہ پر متعین تھا تو یہ سمجھ کر کہ جنگ ختم ہوچکی ہے اور مسلمان فتح یاب ہوچکے ہیں، اس دستہ کے سپاہیوں نے اپنے سردار حضرت عبداللہ بن جبیر کے روکتے رہنے کے باوجود درّہ چھوڑ دیا اور میدان میں آکر دشمن کے خیموں سے

مالِ غنیمت جمع کرنے میں مشغول ہو گئے ۔

اُدھر پسپا ہوتے ہوئے لشکرِ قریش نے جب یہ دیکھا کہ ان کا تعاقب نہیں ہو رہا ہے تو انھیں اپنی ہزیمت پر غیرت آئی ۔ ان کے سرداروں نے ان کی پھر سے صف بندی کی اور یہ لوگ منظم ہو کر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے جن کی صف بندی ختم ہو چکی تھی اور اکثر مسلمان مالِ غنیمت جمع کرنے میں لگے ہوئے تھے ۔ دوسری طرف (حضرت) خالد بن ولید نے جو اس سے پہلے دو دفعہ اس درّہ کی طرف سے مسلمانوں پر حملہ کرنے کی ناکام کوشش کر چکے تھے ۔ جب درّہ کو محافظوں سے خالی پایا تو اس طرف حملہ کر دیا اور حضرت عبداللہ بن جبیر اور ان کے پانچ ساتھیوں کو جو ان کے ساتھ باقی رہ گئے تھے شہید کر کے درّہ میں سے گذر کر مسلمانوں پر ان کے بائیں پہلو سے حملہ آور ہو گئے ۔ اس طرح غیر صف بند مسلمانوں پر سامنے سے قریشِ مکہ نے یلغار کی اور بائیں پہلو سے (حضرت) خالد بن ولید اور ان کے زیرِ کمان دستہ حملہ آور ہو گیا ۔ نتیجہ میں مسلمانوں میں افراتفری مچ گئی اور جنگ کا نقشہ ہی پلٹ گیا ۔ اس وقت اگر کفار کچھ اور استقامت دکھاتے اور جنگ کو جاری رکھتے تو بظاہرِ اسباب مسلمانوں کی مکمل شکست یقینی تھی اور اس کے جو بھیانک عواقب ہوتے ان کا بس تصور ہی کیا جا سکتا ہے لیکن مشیتِ الٰہی کے تحت چراغِ مصطفیٰ کو ضیا بار رہنا تھا ۔ اللہ تعالیٰ نے (حضرت) ابوسفیان کے دل میں جو اس وقت لشکرِ قریش کی قیادت کر رہے تھے (جو بعد کو فتحِ مکہ کے وقت مشرف بہ اسلام ہوئے) یہ بات ڈالی کہ بدر کی شکست کا انتقام مکمل ہو گیا اور جنگ اسی غیر فیصلہ کن مرحلہ میں ختم کر دی جائے ، حالانکہ (حضرت) خالد بن ولید نے اصرار بھی کیا کہ جنگ جاری رکھی جائے اور بدلی ہوئی سازگار حالت کا پورا پورا فائدہ اٹھایا جائے ۔

جنگ کا حال جو اوپر مختصراً عرض کیا گیا اس سے مسلمانوں کی دو غلطیاں بالکل

اضح طور پر سامنے آتی ہیں۔ ایک تو مسلمانوں کا پسپا ہوئے دشمن کے لشکر کے تعاقب سے رک
بانا (اور مال غنیمت جمع کرنے میں لگ جانا) اور دوسرے درّہ پر متعین دستے کا اپنے
مقام سے ہٹ جانا، فوجی نقطۂ نظر سے ان دونوں کا یکسر غلط ہونا تو اظہر من الشمس ہے ہی
ور ان کا نتیجہ وہی ہوا جو ان غلطیوں کے سبب ہونا ہی تھا تاہم ان غلطیوں کا قرآنی
یات کے سیاق میں جائزہ لیا جائے گا تاکہ ان کا زیادہ گہرائی سے مطالعہ کیا جا سکے۔
سا ذیل میں پہلے ہم مسلمانوں کے دشمن کے تعاقب سے رک جانے اور مال غنیمت جمع
رنے میں لگ جانے کے معاملہ کو لیتے ہیں۔

اس معاملے کے دو رخ ہیں۔ ایک تو تعاقب و قتال سے رک جانا اور دوسرے
ل غنیمت جمع کرنے میں لگ جانا۔ ان دونوں کا قرآنی آیات کی روشنی میں الگ الگ جائزہ
یا جائے گا۔

پہلے تعاقب اور نتیجتاً قتال سے رک جانے کے معاملے کو لیجئے۔ اسلام میں جنگ
لک گیری اور مال و زر کے لئے نہیں لڑی جاتی بلکہ وہ مذہب جو ایک انسانی جان
ہ ناحق لینے کو پوری انسانیت کے قتل اور ایک انسانی جان کو بچانے کو پوری انسانیت
و بچانے کے مماثل قرار دیتا ہے (مائدہ : ۳۲) ظاہر ہے وہ مذہب نہایت ہی ناگزیر
ورتوں اور نہایت ہی ارفع و اعلیٰ مقاصد کے لئے قتال (جہاد بالسیف) کی اجازت
ے گا۔ اسلام میں جہاد کا مقصد فتنہ کا استیصال ہے (البقرہ : ۱۹۳) اور اس
تنہ سے مراد وہ فتنہ ہے جس کو قرآن نے اشد من القتل (البقرہ: ۱۹۱) کہا ہے
ور جس کے دفعیہ کی غایت یہ ہو کر دین اللہ کے لئے خاص ہو جائے۔ کوئی گردن اس
ا باغی ہو کر سر فراز نہ رہنے پائے بلکہ ہر گردن یا تو اس کی بندگی کے قلادہ سے مزین ہو جائے
پھر اسلامی ریاست کی محکومی کا طوق اس گردن میں ڈال دیا جائے۔ فتنہ کے
ستیصال کا ذریعہ یہ ہے کہ فتنہ پیدا کرنے والوں کے وسائل فتنہ کو مٹا ڈالا جائے

دوران جنگ اس کی صورت یہ ہے کہ دشمن کی نفری طاقت کو زیادہ سے زیادہ ختم کردیا جائے۔ عام جنگی اصول کے بھی یہ بات عین مطابق ہے اور اسلامی جنگ کی غایت اور اس کے اصول بھی اس کی حمایت کرتے ہیں۔ میدان جنگ میں اولین اہمیت قتال کی ہے قیدی بنالینے کی نہیں۔ چنانچہ سورہ محمد میں (جس کا دوسرا نام سورۂ قتال بھی ہے) اس بارے میں اللہ تعالیٰ کی ہدایت ان الفاظ میں ملتی ہے:

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۚ ذٰلِكَ ۛؕ وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ ۙ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا۟ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ؕ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝

پس جب کفار سے مقابلہ ہو جائے تو ان کی گردنیں مارو اور جب ان کو اچھی طرح کچل چکو تب قیدی بناؤ اور مضبوط باندھو اس کے بعد یا تو احسان کرو یا فدیہ کا معاملہ کرلو۔

(۴۷ : ۴)

سورۂ محمد کی یہ آیت مدنی ہے اور بالاتفاق غزوۂ بدر سے پہلے نازل ہوئی تھی یعنی اس وقت جبکہ ابھی مسلمانوں اور کافروں کے درمیان مقابلہ کی کوئی نوبت ہی نہیں آئی تھی پھر بھی مسلمانوں کو میدان جنگ میں ان کے طرز عمل کے بارے میں ایک متعین ہدایت دی گئی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہؐ کی دعوت ایک نئے مرحلہ میں داخل ہونے والی تھی اور اس کا انداز و منہاج بدلنے والا تھا یعنی سلبی مدافعت (Passive resistance) کا دور ختم ہوا۔ کفار مکہ جو آپ کی دعوت کے اولین مخاطب تھے ان پر حجت تمام ہو چکی تھی انھوں نے اسے مسترد کر دیا تھا اور آپ کو اپنے ابتدائی دارالدعوۃ مکہ مکرمہ سے ہجرت

ا بنا پر کچھ دعوت مدینہ میں منتقل کرنا پڑا اور چونکہ مشیت الٰہی سے یہ مقدر ہو چکا تھا کہ
ا ہتھوں کے باوجود اس دین کو غالب اور برپا ہونا ہے اس لئے کفر و شرک کو مغلوب
، کے لئے بہ شرطِ ضرورت قتال ناگزیر ہو گیا تھا۔ اس بنا پر حکیم مطلق نے ضروری
لہ دعوت اسلامی کے اس دوسرے مرحلہ میں داخل ہونے کے آغاز میں ہی
ن کو ذہنی طور پر قتال کے لئے تیار کر دیا جائے اور چونکہ یہ اللہ کی سنت رہی ہے
لسی بھی اہم مرحلہ میں رسولؐ اور اہل ایمان کو ضروری ہدایت کے بغیر نہیں چھوڑتا اس
تال کے تعلق سے یہ ہدایت نازل فرما دی گئی۔

اس آیت میں واضح طور پر یہ ہدایت موجود ہے کہ جب کفار و مشرکین سے میدان کارزار
قابلہ کی نوبت آ ہی جائے تو میدان جنگ میں یہ کوشش ہونی چاہئے کہ دشمن کی نفری
ت کو ممکنہ حد تک ختم کر دیا جائے اور آخر وقت تک قتال جاری رکھا جائے اس لئے
استیصال فتنہ کے لئے جو مقصد حیات ہے اولین درجہ میں ضروری ہے۔ جیسا کہ
کیا گیا یہ ہدایت غزوۂ بدر سے بھی پہلے، جو مسلمانوں اور کفار کے درمیان پہلی جنگ
اور جیسا کہ معمول تھا کہ ہر سورۃ یا چند آیتوں کے نزول کے بعد انھیں قرأتِ
ن کے واسطے سے تمام مسلمانوں اور غیر مسلموں کو سنا دیا جاتا تھا اور خود مسلمان
طور پر بھی اس بات کے مشتاق رہتے تھے کہ جب بھی کوئی نئی سورۃ نازل ہو وہ
سے واقف ہو جائیں اس لئے سورۂ محمد کی یہ آیتیں بھی تقریباً تمام ہی مسلمانوں کے علم
یں جنھوں نے غزوۂ احد میں حصہ لیا تھا۔ یہی نہیں بلکہ غزوۂ بدر میں جب مسلمان
ربین سے یہ عمل سرزد ہوا کہ جب دشمن پسپا ہونے لگا اور انھوں نے قتال جاری
ہ کی بجائے دشمن سپاہ کے افراد کو گرفتار کر کے انھیں قیدی بنانا شروع کر دیا تو سورۂ
ل کی وہ آیات نازل ہوئیں جن میں غزوۂ بدر پر تبصرہ کرتے ہوئے مسلمانوں کے اس
پر گرفت و سرزنش کرتے ہوئے فرمایا گیا:

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى
حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ
عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ
الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝
لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ
فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ فَكُلُوْا
مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖؗ وَّاتَّقُوا
اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

کسی نبی کے لئے یہ زیبا نہیں کہ اس کے پاس قیدی ہوں جب تک وہ پہلے زمین میں دشمنوں کو اچھی طرح کچل نہ دے۔ تم لوگ دنیا کے فائدے چاہتے ہو، حالانکہ اللہ کے پیش نظر آخرت ہے اور اللہ غالب اور حکیم ہے اگر اللہ کی طرف سے تقدیر پہلے ہی سے لکھی ہوئی نہ ہوتی تو جو کچھ تم لوگوں نے لیا ہے اس کی پاداش میں تمھیں سخت سزا دی جاتی۔ بہرحال اب جو کچھ مال تم نے حاصل کیا ہے اسے کھاؤ کہ اللہ نے اسے تمھارے لیے حلال و پاک قرار دے دیا ہے۔ اللہ سے ڈرتے رہو کہ بیشک وہ بڑا درگذر کرنے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔

(انفال: ۶۷-۶۹)

یہاں ضمناً یہ بات عرض کر دوں کہ بعض مفسرین کے نزدیک سورۂ انفال کی یہ آیات بدر کے میدان میں قتال سے رک کر قیدی بنا لینے پر بطور سرزنش نازل نہیں ہوئیں بلکہ بدر کے قیدیوں کو جب مدینہ لے آیا گیا اور اس کے بعد ان سے جو معاملہ کیا گیا کہ حضرت عمرؓ کی تجویز کے خلاف ان سب کو قتل کر دیا جائے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مشورہ پر عمل کیا گیا کہ ان ۷۰ قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے، اس پر یہ آیات بطور تنبیہ نازل ہوئیں لیکن مجھے کسی دعوئ عدم واقفیت

کے بارے نہیں بلکہ اپنے پچھلی کے عاجزانہ اعتراف کے ساتھ ان مفسرین عظام کی اس رائے سے اختلاف ہے کہ اسیرانِ بدر کے ساتھ مدینہ پہنچنے کے بعد ان سے فدیہ لے کر انھیں رہا کرنے کا جو معاملہ کیا گیا وہ اِن آیات کا محلِ نزول ہے۔ یہ تسلیم کہ یہ آیت اسیران بدر سے فدیہ کا معاملہ کر لینے کے بعد نازل ہوئی لیکن محلِ نزول یہ معاملہ نہیں بلکہ فی نفسہ میدان بدر میں قتال روک کر دشمنوں کو قیدی بنالینے کا عمل ہے۔ اس بارے میں مولانا مودودی مرحوم نے تفہیم القرآن میں اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں حاشیہ نمبر ۴۹ میں یہی رائے ظاہر فرمائی ہے اور سورۂ محمد کی آیت ۴ کی نسبت سے اس کی عمدہ تطبیق کی ہے اور یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ امام جصاص اپنی کتاب احکام القرآن میں "اس تاویل کو کم از کم قابلِ لحاظ ضرور قرار دیتے ہیں"۔ پھر مولانا مرحوم نے سیرت ابن ہشام سے یہ روایت اپنی تاویل کی تائید میں نقل کی ہے کہ "غزوۂ بدر میں جس وقت مجاہدین اسلام مالِ غنیمت لوٹنے اور کفار کو پکڑ پکڑ کر باندھنے میں لگے ہوئے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ حضرت سعد بن معاذ کے چہرہ پر کچھ ناگواری کے آثار ہیں۔ حضورؐ نے ان سے دریافت فرمایا "اے سعد معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کی یہ کارروائی تمھیں پسند نہیں آرہی" انھوں نے عرض کیا "جی ہاں یا رسول اللہؐ یہ پہلا معرکہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ شرک کو شکست دلوائی ہے۔ اس موقع پر انھیں قیدی بنا کر ان کی جانیں بچا لینے سے زیادہ بہتر یہ تھا کہ ان کو خوب کچل ڈالا جاتا۔" جلد ۲، صفحہ ۲۸۰-۲۸۱)

سورۂ انفال کی اس آیت کے آخری ٹکڑے: "بہرحال اب جو کچھ مال تم نے حاصل کیا ہے اسے کھاؤ کہ اللہ نے اسے تمھارے لیے حلال و پاک قرار دے دیا ہے ..." کے بارے میں مولانا مودودی فرماتے ہیں: "اس ارشاد میں جنگی قیدیوں سے فدیہ وصول کرنے کی اجازت تو دی گئی تھی لیکن اس کے ساتھ شرط یہ لگائی گئی تھی کہ پہلے دشمن کی طاقت کو اچھی طرح کچل دیا جائے پھر قیدی پکڑنے کی فکر کی جائے اس فرمان کی رو سے مسلمانوں نے بدر میں جو قیدی گرفتار کیے اور اس کے بعد ان سے جو فدیہ وصول کیا وہ تھا تو

جازت کے مطابق مگر غلطی یہ ہوئی کہ دشمن کی طاقت کو کچل دینے کی جو شرط مقدم رکھی ئی تھی اسے پورا کرنے میں کوتاہی کی گئی۔ جنگ میں جب قریش کی فوج بھاگ نکلی تو مسلمانوں ایک بڑا گروہ غنیمت لوٹنے اور کفار کو پکڑ پکڑ کر باندھنے میں لگ گیا اور بہت کم آدمیوں نے شمنوں کا کچھ دور تک تعاقب کیا۔ حالانکہ اگر مسلمان پوری طاقت سے ان کا تعاقب کرتے تو یش کی طاقت کا اسی روز خاتمہ ہوگیا ہوتا۔"

دوسرے یہ کہ یہ بات خود اللہ تعالیٰ کے کریم ہونے کی صفت اور رسول اللہؐ کے الفاظِ قرآن رحمۃ للعالمین ہونے کے منصب کے قطعاً منافی معلوم ہوتی ہے کہ جنگ کے ری طرح ختم ہوجانے کے بعد جب مسلمان اپنے مسکن کو پہنچ جائیں تو اس وقت ان قیدیوں جو کامل بے بسی اور لاچارگی کے عالم میں مسلمانوں کی تحویل میں ہوں ان کی گردن ماردی جائے۔ نانچہ مختلف غزوات وسرایا میں دشمن کے افراد مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہوتے رہے اور خصوصاً زوۂ حنین اور جنگ اوطاس کے بعد تو ہزاروں قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے تھے لیکن انھیں پ نے قتل نہیں کیا۔ یہود بنی قینقاع کو آپ نے بعد محاصرہ قابو میں آنے پر قتل نہیں کیا بلکہ رف مدینہ سے نکال دینے پر اکتفا کیا۔ یہود بنی قریظہ کے مرد بے شک قتل کئے گئے لیکن ہ بھی اپنے جرم کی سنگینی کی وجہ سے نہیں بلکہ اس لئے کہ انھوں نے اپنا معاملہ رسول اللہؐ چھوڑ دینے کی بجائے حضرت سعد بن معاذ کے فیصلہ کو قبول کرنا منظور کیا (ان سے ان ۔ قبول اسلام سے قبل یہودیوں کے بہت اچھے تعلقات تھے اس بنا پر ان سے یہودیوں رعایت کی امید تھی) اور حضرت سعد نے ان کے مردوں کے قتل کا فیصلہ دیا۔

یہاں ایک اور بات ضمناً عرض کردوں کہ سورۂ انفال کی اس آیت میں سرزنش کا خطاب عتبار الفاظ رسول اللہؐ سے ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس عمل کا ذمہ دار آنحضورؐ قرار دے کر فی الواقع آپ ہی کو سرزنش کی گئی ہے۔ قرآن کا یہ معروف اسلوب ہے کہ لفظاً تو نبی ہی کو مخاطب کیا جاتا ہے لیکن آیت یا آیات کے اصل مخاطب ہم عصر اور تمام

متقدمین مسلمان ہوتے ہیں۔ ویسے یہ کچھ مستبعد بھی نہیں کہ اس آیت کے مخاطب آنحضورؐ ہوں اس لئے کہ جنگ بدر میں سپاہ مسلمین کے کماندار اعلیٰ آپؐ ہی کی ذات اقدس تھی آپؐ ہی کے زیر کمان مسلمان جنگ کر رہے تھے۔ یہ عام اصول ہے کہ میدان جنگ میں سپاہیوں کے عمل کی اخلاقی ذمہ داری instructive responsibility بہر حال فوج کے کمانڈر پر ہی عائد ہوتی ہے اور خود قرآن شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضورؐ کے بعض افعال پر گرفت فرمائی ہے اور اس سرزنش کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قرآن ریکارڈ کر دیا ہے۔ سورۃ تحریم اور سورۃ عبس اس کی نمایاں مثالیں ہیں۔

تو یہ تھی مسلمانوں کی پہلی غلطی کہ احد کی جنگ میں جب لشکر کفار کو ہزیمت ہو اور وہ پسپا ہونے لگے تو مسلمانوں نے قتال روک دیا اور مال غنیمت جمع کرنے میں لگ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی یہ ہدایت ان کو پہنچ چکی تھی کہ جب میدان کارزار گرم ہو تو اولین تر قتال کو جاری رکھنے اور دشمن کی عددی طاقت کو زیادہ سے زیادہ کچل دینے کو حاصل ہو گی۔

مسلمانوں کی دوسری غلطی جو فی الاصل پہلی غلطی کا سبب تھی یہ تھی کہ انھوں پسپا ہوتے ہوئے دشمن کے قتال سے اپنے ہاتھ روک لئے اور دشمن کے چھوڑے مال جمع کرنے میں مصروف ہو گئے۔ مسلمانوں کے اس عمل کی وجہ یہ تھی کہ عرب میں اس وق تک کی مسلمہ جنگی روایت یہ تھی کہ میدان جنگ میں جو اور جتنا مال بھی کسی فوجی کے ہاتھ آ اس پورے مال کا وہ مالک ہو جاتا تھا۔ جس دشمن کو وہ قتل کرتا اس کے اسلحہ اور کے کپڑے بھی قتل کرنے والے کی شخصی ملک ہو جاتے تھے۔ لیکن جنگ بدر کے جب غنیمت کی تقسیم کا سوال اٹھا تو عرب کے اس مروجہ دستور کو منسو کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے سورۃ انفال کی یہ آیت نازل فرمائی:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ اور تمھیں معلوم ہو کہ جو کچھ مال غنیمت تم

فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ.......

حاصل ہو اس کا پانچواں حصہ اللہ اس کے رسول اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں (کی ضروریات) کے لئے ہے.... (۸ : ۴۱)

اِس آیت کی رو سے مالِ غنیمت کے تعلق سے قانون یہ وضع ہوا کہ کل مالِ غنیمت کا ⅘ حصہ جنگ میں شریک تمام افراد پر خواہ کسی نے عملاً قتال کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ بعض صحابہ آنحضورؐ کے باڈی گارڈ کے طور پر آپ کے قریب کھڑے رہتے تھے اور اس طرح ان کے لیے عملاً قتال کی نوبت ہی نہیں آتی تھی) اور خواہ اس نے اپنے ہاتھوں کوئی مالِ غنیمت جمع کیا ہو یا نہ کیا ہو، افسر اور عام سپاہی کے درمیان کسی فرق کے بغیر سب میں مساوی تقسیم کیا جائے گا اور بقیہ ⅕ (خمس) پر رسول اللہ اور ان کے بعد جو بھی اسلامی ریاست کے سربراہ ہوں ان کے تصرف میں آئے گا اور وہ اس کو ان مدات میں خرچ کریں گے جن کا ذکر اس آیت میں ہے لیکن اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ مالِ غنیمت کے خمس کا معاملہ زکوٰۃ کی رقم سے اس بارے میں مختلف ہے کہ زکوٰۃ کی رقم کو تو صرف اُن ہی مدات میں سے ایک یا چند پر صرف کیا جا سکتا ہے جو متعلقہ آیت (سورۂ توبہ آیت ۶۰) میں مذکور ہیں لیکن مالِ غنیمت کی جو مدات اس آیت میں مذکور ہیں ان کی حیثیت ایک رہنما اصول یا بطور نمونہ چند مدات کے تذکرہ کی ہے اور اسلامی مملکت کے سربراہ کو یہ اختیار ہے کہ وہ ریاست کے مصالح کے پیشِ نظر کسی بھی اور مد میں اس رقم میں سے خرچ کر سکتا ہے۔

تو چونکہ غزوۂ احد سے قبل غزوۂ بدر کے بعد مالِ غنیمت کے تعلق سے یہ قانون وضع ہو چکا تھا اور بدر کی غنیمت کو خود رسول اللہؐ نے اسی کے مطابق تقسیم کیا بھی تھا تو پھر مسلمانوں کے لیے اس بات کا کوئی محل تھا ہی نہیں کہ وہ دشمن کے

تعاقب وقتال کو ترک کر کے دشمن کے خیموں میں مالِ غنیمت جمع کرنے میں لگ جاتے، اس لیے کہ اگر کوئی شخص ڈھیروں مال بھی لوٹ لیتا تو وہ سب کا سب تو اس کو ملنے والا نہیں تھا بلکہ اس کو ملتا تو کل کے بٹے میں سے بقیہ تمام شرکاء جنگ کے مساوی ہی اس لئے مسلمانوں نے ایک ایسے عمل کو ترک کر کے (تعاقب وقتال) جس کا اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا تھا ایک ایسے عمل کو اختیار کیا جو ان کے لئے کسی طرح بھی نافع نہیں تھا۔ یہ مالِ غنیمت تو تکمیل قتال کے بعد ان کے ہاتھ آنا ہی تھا اور ان کا مقررہ حصہ ان میں سے ہر ایک کو ملنا ہی تھا۔

یہ دو غلطیاں جن میں سے اول الذکر اپنی عین میں درحقیقت حکم خداوندی کی خلاف ورزی تھی مسلمانوں کی فتح کے متبدل بہ ہزیمت ہوجانے کا باعث ہوئیں۔

تیراندازوں کے دستہ کا معاملہ

تیراندازوں کے اس دستہ کا معاملہ جسے رسول اللہؐ نے اپنی فوج کے بائیں رخ پر کوہ احد کے ایک درہ پر مامور کیا تھا کہ اس رخ سے دشمن کو حملہ آور ہونے نہ دیں بعض پہلوؤں سے علیٰحدہ سے غور کا متقاضی ہے۔ جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا رسول اللہ نے ایک بیدار مغز فوجی جنرل کی طرح اس خطرہ کا ادراک فرمالیا تھا کہ جبل احد کے اس درّہ سے بھی حملہ آور ہوسکتا ہے چنانچہ اس رخ سے امکانی حملہ کے دفاع کے لئے حضرت عبداللہ بن جُبیر کی سرکردگی میں ۵۰ تیراندازوں کے ایک دستہ کو اس دہانہ پر متعین فرما دیا تھا جو میدان احد پر کھلتا تھا تاکہ اس کی طرف سے حملہ کی کوشش کی صورت میں حملہ آوروں کو پسپا کیا جاسکے۔ اور انھیں اس جگہ جمے رہنے کی ہدایت ان الفاظ میں دی تھی کہ اگر وہ یہ دیکھیں کہ احد کی چیلیں اور گدھ مسلمانوں کی لاشوں کا گوشت نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں تو بھی اس دستہ کے سپاہی اس درّہ سے نہ ہٹیں۔ اس طرف سے آنے والے حملہ آور کھلے میدان میں ہوتے اور درہ کے مسلمان محافظ

درہ میں محفوظ ہوتے اور ان سے دشمن دو بدو اور دست بدست جنگ کی نوبت اسی وقت آسکتی تھی جب دشمن سپاہی کھلے میدان کے کافی حصے کو عبور کرکے درّہ کے دہانے تک آجاتے۔ لیکن یہ اس لئے محال تھا کہ جب تک وہ کھلے میدان میں ہوتے مسلمان تیر اندازوں کی زد میں ہوتے اور کثیر جانی نقصان اٹھائے بغیر درّہ کے دہانہ تک پہنچنا ممکن نہیں تھا۔ چنانچہ (حضرت) خالد بن ولید نے دو دفعہ اس رخ سے حملہ آور ہونے کی فی الواقعی کوشش کی بھی لیکن تیر اندازوں کی درّہ کے اندر سے ناوک افگنی کے باعث دونوں دفعہ وہ اپنی اس کوشش میں ناکام رہے۔

جنگ مغلوبہ کے آغاز کے کچھ عرصہ بعد درہ پر متعین دستہ کے سپاہیوں نے یہ دل خوش کن منظر دیکھا کہ دشمن کی عددی کثرت اور بہتر طور پر مسلح ہونے کے باوجود مسلمان اس پر بھاری پڑ رہے ہیں۔ پھر دشمن قلب، میمنہ اور میسرہ تینوں محاذوں پر پیچھے ہٹنے لگا اور مسلمانوں نے نصرتِ الٰہی کے اس مظاہرہ سے نیا حوصلہ پاکر دشمن فوج پر دباؤ بڑھایا تھا تا آنکہ دشمن لشکر پیچھے ہٹتے ہٹتے اپنے پڑاؤ کے خیموں کے قریب پہنچ گیا اور اس پسپائی کو دیکھ کر خیموں کے مٹھی بھر محافظ اور مکہ سے جو عورتیں لشکر کفار کا دل بڑھانے کے لئے لشکر کے ساتھ آئی تھیں ان سب کے دل بھی ڈوب گئے اور نہایت افراتفری کے عالم میں یہ سب بھاگ کھڑے ہوئے جس سے دشمن کے سپاہیوں کے حوصلے مزید پست ہوگئے اور ان کی صفیں بھی ٹوٹ گئیں اور انھوں نے مقاومت ترک کرکے مکمل پسپائی اختیار کرلی۔ لیکن جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا مسلمانوں نے اس صورت حال سے پورا فائدہ نہیں اٹھایا اور نہ صرف جنگ کے تقاضوں کو نظر انداز کرکے بلکہ سورۂ محمد اور سورۂ انفال میں ایسے موقعوں کے لئے اللہ کی دی ہوئی اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے تعاقب اور قتال سے ہاتھ روک کر دہ پیچھے لوٹ آئے اور دشمن کے خیموں میں سے جو محافظوں اور مکینوں سے خالی ہو چکے تھے غنیمت کا مال جمع کرنا شروع کردیا

جب یہ منظر درہ پر متعین دستہ کے سپاہیوں نے دیکھا تو انھوں نے سمجھا کہ جنگ کفار کی شکست مسلمانوں کی فتح پر منتج ہو کر ختم ہو گئی اور خود بھی غنیمت کا مال حاصل کرنے کے شوق میں درہ کو چھوڑ کر دشمن کے خیموں کی طرف جانے پر آمادہ ہو گئے۔ ان کے سردار حضرت عبداللہ بن جُبیرؓ نے ان کو روکنے کی بہت کوشش کی اور انھیں رسول اللہؐ کی ہدایت کی یاد دلائی لیکن انھوں نے جواب دیا کہ رسول اللہؐ کی ہدایت کا مطلب یہ تھا کہ اگر مسلمانوں پر دشمن کا دباؤ شدید سے شدید بھی ہو جائے تو ہم یہاں سے نہ ہٹیں لیکن اب جبکہ جنگ ہی ختم ہو گئی ہے اس ہدایت کی پابندی کا محل بھی باقی نہیں رہا ہے۔ اس عذر کے ساتھ ۴۵ افراد اپنے دستہ سے علیحدہ ہو کر دشمن کے کیمپوں کی طرف چلے گئے اور خود بھی دشمن کے خیموں سے مال و متاع جمع کرنے میں لگ گئے اور درہ پر حضرت عبداللہ بن جُبیر کے ساتھ صرف پانچ اصحاب رہ گئے۔ اس وقت (حضرت) خالد بن ولید جو برابر ایسے موقعہ کی تاک میں تھے درّہ پر حملہ آور ہوئے اور پانچ محافظین کی قلیل تعداد کو شہید کر کے اپنے ساتھیوں کے ساتھ درہ میں سے گذر کر مسلمانوں کے داہنے رخ سے ان پر حملہ آور ہو گئے ادھر پسپا ہوتے ہوئے دشمن نے جب یہ دیکھا کہ اس کا تعاقب نہیں کیا جا رہا ہے تو ان کے سردار ابوسفیان نے انھیں بھاگنے سے روکا، ان کی دوبارہ صف بندی کی اور منظم ہو کر مسلمانوں پر، جن کی صفیں بکھر چکی تھیں اور جن کی غالب تعداد خیموں سے مال جمع کرنے میں مشغول تھی، ٹوٹ پڑے۔ اس طرح مسلمان منتشر اور غیر منظم حالت میں دو طرف سے صف بستہ دشمن کے منظم حملہ کی زد میں آ گئے۔

تیر اندازوں کے اس عمل کا جہاں تک تعلق ہے کہ انھوں نے بھی درّہ کو چھوڑنے کے بعد پسپا ہوتے ہوئے دشمن کا تعاقب اور قتال نہیں کیا اور مال غنیمت کے جمع کرنے میں لگ گئے تو اس میں اس دستہ کے افراد اور مسلمان لشکر کے دوسرے سپاہی جن سے یہی غلطی سرزد ہوئی دونوں برابر ہیں لیکن اس تیرانداز دستہ سے ایک اور پہلو سے بھی

غلطی ہوئی تھی اور وہ تھی رسول اللہؐ کی واضح اور مستحکم ہدایت کی خلاف ورزی اور اپنے سالار دستہ کی حکم عدولی۔ یہ بات بھی اصول جنگ کے خلاف ہے اور فوجی ڈسپلن کے منافی۔ وہ تیرانداز اپنے سالار دستہ حضرت عبداللہ بن جبیر کے ماتحت تھے جو اس وقت کمانڈر اعلیٰ آنحضور صلعم کی نیابت فرمار ہے تھے۔ میدان جنگ میں ہائی کمان کے احکام کی تعبیر کا حق سپاہیوں کو نہیں ہوتا بلکہ موقع پر موجود فوجی افسر کو ہوتا ہے اور اس کے احکام کی بلاچوں وچرا تعمیل سپاہیوں پر واجب ہوتی ہے۔ فوجی نقطۂ نظر سے ان تیراندازوں سے ایک غلطی تو یہ ہوئی کہ اپنے افسر کے منشار کے علی الرغم انھوں نے اپنے طور پر ہائی کمانڈ کی ہدایت کی ایک من پسند تغیر کر ڈالی اور موقع پر موجود اپنے سالار کے منع کرنے کے باوجود اپنی تعبیر کے مطابق عمل کر ڈالا۔ یہ ڈسپلن کی سنگین خلاف ورزی تھی۔ مزید برآں مسلمان کی حیثیت میں بھی رسول اللہؐ کی کامل اطاعت ان پر لازم تھی، اس سے بھی انھوں نے انحراف کیا اور خصوصاً اس حالت میں جبکہ ایسی ہی صورت حال کے بارے میں اس جنگ سے پہلے ان کو واضح ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن کے ذریعہ سورہ انفال ہی میں ان الفاظ میں دی جا چکی تھی:

يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوٓا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ وَأَطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِينَ ۝	اے ایمان لانے والو، جب کسی دشمن گروہ سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو، تمہیں کامیابی نصیب ہوگی۔ اور اللہ اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑو نہیں ورنہ تمہارے اندر کمزوری پیدا ہو جائے گی اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ صبر اختیار

کرو۔ یقیناً اللہ صبر اختیار کرنے
والوں کے ساتھ ہے۔

(۸ : ۴۵-۴۶)

صاف معلوم ہوتا ہے کہ عالم الغیب اللہ علیم وخبیر نے آئندہ ہونے والے غزوۂ احد میں تیر اندازوں کے دستہ کے تعلق سے پیدا ہونے والی صورت حال کے کامل علم کے ساتھ اس وقت جو طرز عمل انھیں اختیار کرنا چاہئے اس بارے میں کھلی ہدایت انھیں دے دی تھی اور فوجی ڈسپلن کے قاعدے سے ہٹ کر اس آیت کی رو سے رسول خدا کے اُمتی ہونے کے ناطے حکم رسول کی مکمل اطاعت ان پر لازم تھی۔ اس آیت میں "آپس میں جھگڑو نہیں" کے الفاظ کھلے طور پر اس دستہ کے سپاہیوں کا اپنے سالار حضرت عبداللہ بن جبیر سے رسول اللہ کی بحیثیت کمانڈر ان چیف دی ہوئی ہدایت کی تعبیر میں اپنے کمانڈر سے اختلاف کرنے کے بارے میں وارد ہوئے ہیں۔ اور اس بات کو غزوۂ احد پر تبصرہ کرتے ہوئے سورۂ آل عمران میں دہرایا گیا جس کو میں ابھی ایک دوسرے سیاق میں نقل کروں گا۔ پہلے میں یہاں بعض مسلمانوں کے ایک خاص طرز فکر کی طرف اشارہ کر دوں۔ بعض حضرات اس بات کو حُبّ واحترام صحابہ کے منافی اور صحابہ کے مقام ارفع سے فروتر سمجھتے ہیں کہ ان سے طمع مال غنیمت کو منسوب کیا جائے اور خصوصاً تیر اندازوں کے دستہ کے افراد کو اس سے مبرّا قرار دیتے ہوئے ان کے عمل کو ہدایت رسول کی نیک نیتی کے ساتھ تعبیری غلطی پر محمول کرتے ہیں[۱]۔ اس بارے میں عرض ہے کہ غزوۂ احد کی جو تفصیلات

۱۔ پاکستان کے معروف عالم دین ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے دہلی ہی میں اپنی ایک تقریر کے دوران یہ بات بہت زور دے کر اور بڑی تاکید کے ساتھ کہی تھی۔ راقم الحروف خود اس محفل میں موجود تھا۔

تواتر کے ساتھ تمام کتب مغازی میں موجود ہیں۔ ان سب میں مسلمانوں کا یہی عمل بلا اختلاف مذکور ہے۔ اور اس کی سب سے مستحکم شہادت خود قرآن میں بالکل واضح الفاظ میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ سورہ آل عمران میں فرماتا ہے:

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ۭ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْھُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ ۝	اللہ تعالیٰ نے اپنی تائید و نصرت کا جو وعدہ تم سے کیا تھا وہ اس نے تو پورا کر ہی دیا تھا۔ ابتدا میں اس کے حکم سے تم ہی ان کو قتل کر رہے تھے مگر جب تم نے کمزوری دکھائی اور اپنے کام میں باہم اختلاف کیا اور جوں ہی وہ چیز اللہ نے تمہیں دکھائی جس کی محبت تمہارے دلوں میں تھی (مالِ غنیمت) تو تم حکم عدولی کر بیٹھے اس لیے کہ تم میں سے کچھ دنیا کے طالب تھے اور کچھ آخرت (کی کامیابی) کے خواہشمند تھے۔ تب اللہ نے تمہیں کافروں کے مقابلہ میں پسپا کر دیا۔ حق یہ ہے کہ اللہ نے پھر بھی تمہیں معاف کر دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ مومنوں پر بڑا فضل فرمانے والے ہیں۔

(۳: ۱۵۲)

اس بات کو اسی سورہ میں کچھ آگے مزید ان الفاظ میں فرمایا گیا:

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى — تم میں سے جو لوگ مقابلہ کے دن پیٹھ

الْجَمْعٰنِ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ

پھر گئے تھے ان کی اس لغزش کا سبب یہ تھا کہ ان کی بعض کمزوریوں کی وجہ سے شیطان نے ان کے قدم ڈگمگا دیے تھے پر اللہ نے انھیں معاف کر دیا جو بہت درگذر کرنے والا اور بردبار ہے (۳: ۱۵۵)

پھر اسی بات کو کچھ اور آگے آیت ۱۶۵ میں تکرار کیا گیا کہ "اے نبی ان سے کہدو کہ یہ مصیبت تمھاری اپنی لائی ہوئی ہے ...."

قرآن کی اس شہادت کے بعد اس بات کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی کہ احترامِ صحابہؓ کے عذر سے اس حقیقت سے گریز کیا جائے اور تیراندازوں کے دستے کے طرزِ عمل کی قرآن کے علی الرغم صفائی پیش کرنے کی کوشش کی جائے۔ مولانا مودودی مرحوم نے سورہ آل عمران کی آیت ۱۶۱ (کسی نبی کا یہ کام نہیں ہو سکتا کہ وہ خیانت کر جائے ... الخ) کی تفسیر کے ذیل میں حاشیہ ۱۱۴ میں تحریر فرمایا ہے کہ تیراندازوں کے دستے نے مالِ غنیمت کی کشش سے اپنا مقامِ تعیناتی ترک کر دیا تو "جنگ ختم ہونے کے بعد جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ واپس تشریف لے آئے تو آپؐ نے ان لوگوں کو بلا کر اس نافرمانی کی وجہ دریافت کی۔ انھوں نے جواب میں کچھ عذر پیش کیے جو نہایت کمزور تھے۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا: بل ظننتم انا نغل ولا نقسم لکم (اصل یہ ہے کہ تم کو ہم پر اطمینان نہ تھا، تم نے یہ گمان کیا کہ ہم تمھارے ساتھ خیانت کریں گے اور تم کو حصہ نہیں دیں گے) اس آیت کا اشارہ اسی معاملہ کی طرف ہے ۱..."

۱۔ مولانا مودودی مرحوم نے اپنے معمول کے خلاف یہاں وہ حوالہ نہیں دیا ہے جہاں سے انھوں نے یہ روایت لی ہے۔ راقم الحروف کو اعتراف ہے

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اب رہی یہ بات کہ آخر صحابہ کرامؓ سے، جن کے بارے میں تمام مسلمانوں کا یہ مسلمہ عقیدہ ہے کہ ان کے بعد ان سے زیادہ صاحب ایمان اور افضلیت کا حامل کوئی نہیں ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ آخر یہ کمزوری کیوں ظاہر ہوئی تو اس کی وضاحت کے لئے عرض ہے کہ یہ سمجھنا کہ صحابہؓ میں سے ہر ایک کلمہ پڑھتے ہی راسخ الایمان، راسخ العمل اور اعلیٰ اسلامی کردار کا حامل ہوجاتا تھا محض غلو رخوش عقیدگی ہے۔ ان سابقون الاولین میں جہاں کچھ ایسے تھے جو ایمان لانے سے قبل بھی نیک طینت، شائستہ اطوار اور مضبوط کردار کے مالک تھے تو کچھ ایسے بھی تھے جو عرب کی معروف جاہلیت میں گلے گلے غرق تھے اور خصوصاً جنگوں میں حصہ لینے اور مال غنیمت حاصل کرنے کا شوق تو عربوں کا خاصہ تھا چنانچہ دورِ جاہلیت کے شعری ادب میں عربوں کے اس خاص مزاج کی عکاسی کرنے والے شعر بہ کثرت پائے جاتے ہیں۔ ایک شاعر مال غنیمت کے اپنے شوق کا اظہار اس طرح کرتا ہے :

فلئن بقیت لا حلن بغزوۃ
تحوی الغنائم او یموت کریمۃ

(اگر میں زندہ رہا تو ایک ایسی مہم پر جاؤں گا جس میں
غنیمت کا مال خوب ہاتھ آئے یا میں ایک شریف انسان
کی سی موت مرجاؤں۔)

سبعہ معلقہ کا مشہور شاعر عمرو بن کلثوم تو اس بارے میں عرب کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

کہ وہ بھی باوجود کوشش کے اس روایت کے ماخذ کو پا نہیں سکا گو اس پر وثوق ہے کہ مولانا مرحوم نے شافی تحقیق کے بغیر یہ روایت نہیں کی ہوگی۔

ـرتوں تک کے شوق کا تذکرہ کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے:

اخذن بعولتھن عھداً | اذا لاقوا کتائب معلمینا
لیستلبن افراساً و بیضاً | واسری فی الحبال مقرنینا

(عورتوں نے اپنے شوہروں سے عہد لیا ہے کہ جب نشان لگائے ہوئے لشکروں سے مقابلہ ہو تو گھوڑے اور صیقل شدہ چمکتی ہوئی تلواریں لے کر واپس ہوں اور رسیوں میں بندھے ہوئے قیدی بھی ساتھ لائیں)

خود سورۂ انفال میں جو غزوۂ بدر کے متصل بعد نازل ہوئی اللہ تعالیٰ نے صحابِ رسولؐ کے ایمان کے اس وقت تک پختہ نہ ہونے کا ذکر ان الفاظ میں یا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ	اے نبی مومنوں کو جنگ پر ابھارو
عَلَى الْقِتَالِ ۚ إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ	اگر تم میں سے بیس آدمی صابر ہوں
عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا	تو دو سو پر غالب آئیں گے اور اگر
مِائَتَيْنِ ۚ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ	سو آدمی ایسے ہوں تو منکرین حق میں
مِائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِنَ الَّذِينَ	سے ہزار کافروں پر بھاری پڑیں گے
كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ	کیونکہ وہ لوگ ایسے ہیں جو فہم سے
الْآنَ خَفَّفَ اللَّهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ	عاری ہیں۔ اچھا اب اللہ نے تمہارا
أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا ۚ فَإِنْ يَكُنْ	بوجھ ہلکا کیا اور اسے معلوم ہوا کہ
مِنْكُمْ مِائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا	ابھی تم میں کمزوری ہے پس اگر تم
مِائَتَيْنِ ۚ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَلْفٌ	میں سو آدمی صابر ہوں تو دو سو پر
يَغْلِبُوا أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ	اور ہزار ہوں تو دو ہزار پر اللہ کے